جدید علم کلام

قضا و تقدیر کا بیان

مولانا محمد اسحاق مصباحی

قمر میں کاتبِ تقدیر سے کہہ دوں گا محشر میں
مرے حصے میں دل آیا تو وہ بھی بے قرار آیا

سابقہ قسطوں میں علم کلام کے چند مقاصد پر ہم گفتگو کر آئے ہیں، علم کلام کا ارتقا، تاریخ، علم کلام کی کتابیں، صفات واجب، بیانِ رسالت۔ اب اس باب میں ایمان بالقضا والقدر کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

اس تحریر کے زمانے میں بہت سے واقعات رونما ہوئے جو فکر امروز کے کالم میں شامل ہونے چاہئیں تھے، مگر اطمینان کی بات ہے کہ چند نام ور اہلِ قلم حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی، محترم خوشتر نورانی، محترم مولانا مبارک حسین صاحب مصباحی، حجاز جدید، جامِ نور، اشرفیہ میں ان واقعات پر کماحقہ فکر انگیز تحریریں پیش فرما رہے ہیں، اس لیے میں ایسے موضوعات انتخاب کر لیتا ہوں کہ کام کی خواہ مخواہ تکرار نہ ہو۔ اس تحریر کا مقصد صرف اتنا ہے کہ ہماری موجودہ نسل علم کلام کے تعلق سے فکر مند رہے، کیوں کہ اس سے عقائد کی حفاظت کا کام ہوتا ہے اور یہ تبلیغ دین ہی میں سے ہے، جو تبلیغ دین اشرفیہ کی تحریکوں میں سے خاص ہے۔

اس لیے ہم عقائد کی تفصیل کے ساتھ کتابوں کا ذکر کرتے ہیں اور ساتھ میں گم راہ نظریات کا بھی۔

قضا و قدر: قضا و قدر کے مسئلے کا تعلق علمِ کلام کے چند مسائل سے ہے۔ بندوں کے افعال کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور بندے صرف اپنے افعال کا اکتساب کرتے ہین، ثواب وعقاب کیوں ہے، کائنات کا موجودہ نظام کیوں ہے، ان مسائل کا بنیادی تعلق قضا و قدر کے عقیدے سے ہی ہے۔ یہی وہ مسئلہ ہے جس میں ادیان و مذاہب، فلاسفہ، سب حیران ہیں، حالاں کہ ہر طبقہ نے اس میں کچھ نہ کچھ کہا ضرور ہے۔ مگر اس میں جس تار کو سلجھایا جاتا ہے، دوسرا اس سے زیادہ الجھ جاتا ہے۔ صرف اسلامی عقیدہ ہی اس کو حیرت سے بچاتا ہے۔

دہریہ الجھا ہوا ہے دہر کے پھندے میں یوں
سارا الجھا سامنے ہے اور سرا ملتا نہیں
(حضور مفتی اعظم ہند)

اس کی حقیقت انسان کے دائرۂ علم میں نہیں، اس میں کریدنے سے، بحث کرنے سے حدیثِ پاک میں سختی سے منع فرمایا گیا ہے، اور یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ گزشتہ قوموں کے عقائد میں فساد اور ان کی ہلاکت اسی مسئلہ میں بحث کرنے سے واقع ہوئی ہے۔ علم کلام میں اسے ذکر کرنے کا مطلب ہے صرف اسلامی عقیدے کا بیان۔

تعریف قضا و قدر: اللہ تعالیٰ نے جو اپنے ارادہ واختیار سے حکم تام اور فیصلہ فرمایا ہے، وہ فیصلہ اور حکم تام قضا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے جو کچھ طے فرما دیا وہ قضا ہے اور ان امور کا تفصیلی حکم ہر شے سے متعلق کہ کب موجود ہونا ہے، کیسے موجود ہونا ہے، عوارض، صفات اور کیفیات وغیرہ امور کی تفصیل، یہ قدر ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

قال فی شرح السنة الإیمان بالقدر فرض لازم وهو أن یعتقد أن الله تعالیٰ خالق أعمال العباد خیرها وشرها وکتبها فی اللوح المحفوظ قبل أن خلقهم والکل بقضائه وقدره وإرادته ومشیئته غیر أنه یرضی الإیمان والطاعة ووعد علیهما الثواب ولا یرضی الکفر والمعصیة وأوعد علیهما العقاب والقدر سر من أسرار الله تعالیٰ لم یطلع علیه ملکا مقربا ولا نبیا مرسلا ولا یجوز الخوض فیه والبحث عنه بطریق العقل بل یجب أن یعتقد أن الله تعالیٰ خلق الخلق فجعلهم فرقتین فرقة خلقهم للنعیم فضلا وفرقة للجحیم عدلا وسأل رجل علیًا رضی الله عنه فقال أخبرنی عن القدر قال طریق مظلم لا تسلکه وأعاد علیه السؤال فقال بحر عمیق لا تلجه فأعاد السؤال فقال سر الله قد خفی علیك فلا تفتشه. (مرقاۃ، جلد اول، ص:۱۴۵)

شیخ الحدیث جامعہ رضویہ، کیمری، ضلع رام پور

اس طویل اقتباس کو اس لیے نقل کیا ہے کیوں کہ اس میں اس عقیدے کا پورا بیان ہے۔

ترجمہ: شرح السنہ میں فرمایا ہے قدر و قضا پر ایمان فرض ہے وہ یہ کہ اعتقاد کرے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے افعال کا خالق ہے، اچھے کا، برے کا، ان کے اعمال مخلوق کے پیدا کرنے سے قبل لوح محفوظ پر لکھ دیا تھا اور اب اس کے فیصلے اور معین کرنے سے واقع ہے اسی کے ارادہ سے، اسی کی مشیت سے مگر یہ کہ وہ ایمان و طاعت سے راضی ہوتا ہے، ان پر ثواب کا وعدہ دیا ہے، کفر و معصیت سے راضی نہیں، اس پر عقاب کا ہونا بتادیا ہے۔ تقدیر اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ اس کی مکمل حقیقت پر اپنے کسی مقرب فرشتہ اور نبی و رسول کو بھی واقف نہ کرایا، اس میں غور و خوض کرنا عقل کے طریق سے جائز نہیں بلکہ یہ اعتقاد لازم ہے کہ خدائے تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور دو فرقوں میں کر دیا۔ ایک فرقہ ان کو جنت کے لیے بطور فضل کر دیا اور دوسرا فرقہ ان کو دوزخ کے لیے بطور عدل کر دیا۔ مولا علی کرم اللہ وجہہ سے ایک شخص نے تقدیر کے بارے میں پوچھا، کہا تقدیر کے بارے میں بتائیں! مولانا علی نے فرمایا، تاریک راستہ ہے چل نہ سکوگے، اس نے دوبارہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا بہت گہرا سمندر ہے، اس میں گھس نہ سکوگے۔ اس نے سہ بارہ پوچھا، آپ نے فرمایا اس کا راز پوشیدہ ہے آگے تفتیش نہ کرنا۔

اسی طرح ایک اور حدیث پاک میں بہت صراحت سے آیا ہے:

لا یومن عبد حتی یومن بالقدر خیرہ وشرہ وحتی یعلم ان أصابہ لم یکن لیخطئہ وما أخطأہ لم یکن لیصیبہ.

(أخرجہ الترمذی، ٦/ ٣٣٠)

ترجمہ:- کوئی بندہ صاحب ایمان نہ ہوگا یہاں تک کہ تقدیر پر ایمان لے آئے، بھلی بری سب پر اور جان لے یقین کر لے کہ جو اس کو پہنچا وہ اس سے بچنے والا نہیں تھا اور جس سے بچ گیا وہ اس کو پہنچنے والا نہیں تھا۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ بندوں کے تمام افعال اور تمام موجودات اسی قضا و قدر کے مطابق ہوں گے، سر مو اس سے ہٹ نہیں سکتے ہیں۔ اس مسئلے میں جو لوگ بندوں کو اپنے افعال کا خالق مانتے ہیں جیسے گروہِ معتزلہ تو وہ لوگ پہلے سے طے ہونے یعنی قضا و قدر کا انکار کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ پہلے سے کچھ طے نہیں کیا گیا ہے۔ یہ لوگ بندوں کو اپنے تمام اعمال و افعال کا خالق مانتے ہیں۔ لہٰذا ان پر لازم آتا ہے کہ بندے اپنے افعال میں خدائے تعالیٰ کے محتاج نہ ہوں اور تمام موجودات بھی خدائے تعالیٰ کی محتاج نہ ہو اور کائنات میں دو خالق ہوں، ایک خدائے تعالیٰ، دوسرے بندے۔ اور دو خالقوں کا اعتراف مجوسی عقیدے کی تصویر ہے جو دو خالقوں یعنی اہرمن اور یزداں کے قائل ہیں۔ ان لوگوں کو قدریہ کہا جاتا ہے حالاں کہ یہ لوگ قضا و قدر کی نفی کرتے ہیں۔

اس کے مقابلے میں ایک دوسرا گروہ ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ تمام اشیا بشمول انسان کے اپنے کسی فعل میں کسی طرح کا ارادہ اور اختیار نہیں رکھتیں اور انسان و پتھر میں کوئی فرق نہیں ہے، بندے مجبور ہوتے ہیں، اس فرقہ کو جبریہ کہتے ہیں کیوں کہ جبر کے قائل ہیں۔

اہل سنت قضا و قدر کو ثابت مانتے ہیں اور جبر کی نفی کرتے ہیں۔ جب ان سے یہ سوال کیا گیا کہ خالقِ کائنات نے پہلے سب کچھ طے کر دیا تھا تو انسان مجبور کیوں نہیں، تو اس کا جواب یہ دیا گیا کہ قضا و قدر کا اثبات اور جبر محض کی نفی قرآن و حدیث کی ایک معتد بہ حصہ سے ثابت ہے، لہٰذا اہل دین کو اس کا قائل ہونا پڑے گا۔ اب رہی انسان کی قضا سے مجبور ہونے کی بات تو اس کا جواب یہ ہے کہ قضا و قدر وقوع کے اعتبار سے ہے نہ کہ حکم کے اعتبار سے، اس کو آسان انداز سے یوں کہہ سکتے ہیں کہ انسان جو کچھ کرنے والا تھا وہ لکھ دیا گیا یہ نہیں کہ لکھ دینے سے انسان کرنے پر مجبور ہوا۔

دوسرے ادیان کے صحائف میں بھی اس عقیدے پر آرا ملتی ہیں اور جدید دور کے ادیبوں، مفکروں، فلسفیوں کے بھی مختلف نظریات ہیں، مگر وہ سب دو ہی خانوں میں بٹ جاتے ہیں، کچھ انسان کو ہی کیا پوری کائنات کو خود ارادی مانتے ہیں، جن میں آج کل کے اکثر طبعی علوم کے ماہرین ہیں اور کچھ مکمل جبر کے قائل ہیں۔

مگر اہل سنت جو اسلام کی درست نمائندگی کرتے ہیں ان کا مذہب افراط و تفریط کے درمیان ہے۔

یہ معلوم ہے کہ انبیائے کرام کی تعلیمات دورِ جاہلیت میں ذہنوں سے غائب ہو چکی تھیں، سرکارِ دوعالم ﷺ نے جب دین

اسلام کی تبلیغ فرمائی تو جملہ عقائد کے ساتھ قضا و قدر کا عقیدہ بھی پیش فرمایا۔ صحابۂ کرام نے اپنی نظر میں جو پیچیدگی تھی پیش فرمائی کہ پھر عمل کی کیا حاجت؟ جواب عطا ہوا:

عمل کرو، ہر ایک کو اس مقصد کی طرف راستہ دیا جائے گا جس کے لیے اس کو پیدا کیا گیا۔ (مشکوٰۃ شریف، ج:۱، ص:۱۵۵)

صحابۂ کرام اس مبارک جواب سے مطمئن ہو گئے۔

حضرت عمر کے زمانے میں خلافتِ اسلامیہ وسیع ہوتی جا رہی تھی اور مسلمانوں کے مذہب میں مختلف دینوں کے لوگ داخل ہو رہے تھے، اس وقت اس عقیدے میں مختلف آرا سامنے آنے لگیں اور جب عمر ابن عبد العزیز کے زمانے میں یعنی خلافتِ اسلامیہ کو ایک صدی پوری ہونے تک جبر و تقدیر پر کافی بحثیں ہونے لگی تھیں، اس دور میں اس مسئلہ میں کافی شدت کے ساتھ معبد الجہنی اور غیلان الدمشقی نے بحثیں کیں اور جبر کا مذہب باقاعدہ جہم بن صفوان نے اعلان کر رکھا تھا۔ حالاں کہ یہ دونوں گروہ معتزلہ میں سے ہی شمار ہوتے ہیں مگر ان دونوں میں جبر و اختیار کے مسئلہ میں زبردست اختلاف تھا۔ اگرچہ ان گمراہوں کا قتل ہو گیا تھا مگر ان کے فساد کے پودے آج تک کانٹے دے رہے ہیں۔

قضا و قدر پر ایمان فرض ہے جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا۔ قضا و قدر کے دائرے سے متعلق بہت کچھ تفصیل احادیث پاک میں ذکر کی گئی، یہاں ہم اس کا ماحصل ذکر کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی تقدیر کو لوحِ محفوظ پر تخلیق سے پہلے ہی لکھ دیا تھا اور جب زمین و آسمان پیدا نہیں ہوئے تھے، اس کا عرشِ اعظم پانی پر تھا۔

انسان کی تخلیق اور عالمِ مثال میں اس کے مستقبل کی تحریر کے کئی ایک مرحلے ہیں، شکمِ مادر میں ۴۰ دن تک وہ نطفہ ہو کر رہتا ہے، پھر خون بستہ ہو کر پھر مضغہ سخت گوشت ہو کر، پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے تو وہ چار باتیں لکھتا ہے، عمل، اجل، رزق سعادت یا شقاوت۔ اس میں روح ڈالی جاتی ہے اور اس کا انجام اس کے مطابق ہوتا ہے۔

ہر شخص کے لیے جنت یا جہنم میں اس کا ٹھکانہ طے کر دیا گیا ہے۔ یہ سوچ کر عمل نہ چھوڑو کہ یہ تو طے ہے، اس لیے کہ ہر ایک کو اپنی تقدیر کی توفیق ملے گی۔ عمل اور اس کا انجام اللہ تعالیٰ کے علم میں ٹھیک ٹھیک ثابت ہے، ایسا نہیں کہ پیدا ہونے کے بعد طے کیا جاتا ہو۔ اس کی تصدیق کلام پاک میں ہے:

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝

(الشمس، آیت:۷، ۸)

- اولاد کی پیدائش روکنے میں یہ دھیان رہے کہ کس کو کتنی اولاد ملے گی، یہ پہلے سے ہی طے ہے۔
- انسانوں کے دلوں کو خدا ے تعالیٰ جیسے چاہتا ہے پلٹ دیتا ہے۔
- پیدا ہونے والے بچوں پر قدرت کا جبر نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کے ماں باپ اس کو مختلف دین کا پابند بناتے ہیں۔
- اللہ تعالیٰ ہر ایک کو کفر سے پاک پیدا فرماتا ہے۔
- بنی آدم سے عالم ارواح میں چند عہد و پیمان لیے گئے تھے، حضرت آدم کو دکھا دیا گیا ہے کہ آپ کی اولاد میں کون جنتی ہے اور کون دوزخی۔
- سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے وہ غیبی نوشتہ دیکھا تھا جس میں جنتیوں اور دوزخیوں کی تفصیل اور اجمال تھا۔
- گزشتہ قوموں میں سے بہت سے لوگ مسئلۂ قضا و قدر میں عقلاً بحث کرنے کی وجہ سے گمراہ و ہلاک ہوئے۔
- اللہ تعالیٰ نے خلق کو تاریکیوں میں پیدا فرمایا پھر اس پر اپنا نورِ خاص تجلی فرمایا تو جس کو وہ نور ملا وہ ہدایت یافتہ ہوا۔
- اسلام کا دعویٰ کرنے کے ساتھ تقدیر کی نفی یا جبر کا اثبات کرنے والوں کو اسلام کا کوئی حصہ نصیب نہ ہو گا۔
- سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد کسی نہ کسی زمانے میں تقدیر کو جھٹلانے والوں کو زمین میں دھنسا کر یا مسخ کر کے عذاب دیا جائے گا۔
- تقدیر کی نفی کرنے والے مجوسیوں کی طرح ہیں، ان سے قطع تعلقات ضروری ہیں۔
- جس کی موت جہاں لکھی ہے اس کو وہاں جانے کے لیے ضرور کوئی ضرورت پیدا کر دی جاتی ہے۔
- تقدیر میں بے جا بحث کرنے والے سے قیامت میں سوال ہو گا۔
- اگر اللہ تعالیٰ ہر شے کو عذاب دے تو یہ ظلم نہ ہو گا اور سب کو جنت دے تو اس کی رحمت اس سے بھی سوا ہے۔
- عالمِ ارواح میں رب کی ربوبیت اور سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی

رسالت کا عہد وپیمان لیا جا چکا ہے۔

یہ مضامین ہم نے مشکوۃ شریف باب القضا والقدر سے نقل کیے ہیں۔

اقسام قضا : علمائے کرام نے کتاب و سنت سے استنباط کر کے اس باب میں یہ فرمایا ہے:

قضا و قدر کے چار مراحل ہیں:

۱. **علم باری تعالیٰ**—یہ لوح محفوظ کی اصل ہے اور بعض تفسیروں میں ام الکتاب سے یہی مراد ہے۔

۲. دوسرے **لوح محفوظ**، جس پر علم خالق کے آثار نقش ہوتے ہیں، اس میں تبدیلی ممکن ہے۔

۳. رحم مادر میں آنے کے بعد چار باتیں انسان کے لیے رزق، اجل، عمل، سعادت یا شقاوت لکھی جاتی ہیں اور اس کے کچھ آثار بعض اعضا پر ظاہر کیے جاسکتے ہیں، جیسے پیشانی، ہتھیلی وغیرہ۔

۴. جو کچھ طے کر دیا گیا ہے ان کا خاص خاص حالات میں ظہور ہوتا ہے۔ اس حالت کی قضا و قدر کو اگر خدائے تعالیٰ چاہے تو اپنے لطف و علم و حکمت کے اعتبار سے پھیر دیتا ہے۔

پھر قضا کی تین قسمیں ہیں:

۱. **قضائے مبرم** - جس میں تبدیلی ممکن نہیں۔

۲. **قضائے معلق** - جو ما قبل و مابعد کے اسباب سے مربوط ہو، اس میں تبدیلی ممکن ہے۔

۳. **قضا مشابہ یا مبرم**—یہ لوحِ محفوظ پر مبرم اور علم باری تعالیٰ میں معلق ہوتی ہے

المعتمد، ص: ۵۳ میں کچھ اس طرح تحقیق فرمائی ہے:

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ لوح محفوظ کی ساخت ۵۰۰ ربرس ہے۔ سفید چمک دار موتی جیسی ہے، اس کے دو پلٹ ہیں یاقوت کے اور وہ دونوں پلٹ دو لوح ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر تاثیر فرماتا ہے، مٹاتا ہے اور ثابت کرتا ہے۔ اس تفسیر میں ام الکتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔

بہر حال قضا و قدر کی حقیقی مصلحت، لوحِ محفوظ، قضا کے مراحل، یہ سب غیب ہیں، عقل انسانی کے دائرے میں نہیں ہیں، لہٰذا ان امور میں کتاب و سنت کے بیان پر ہی بھروسا کرنا ہو گا۔

یہاں یہ بتانا مناسب ہو گا کہ کائنات کی ترتیب اور مقصد کے لحاظ سے فلاسفہ میں بہت اختلاف ہے۔ ان کے یہاں قضا و قدر کے معنی اصطلاحی طور سے مختلف ہیں۔

ان کا کہنا ہے کہ قضا و قدر کا مطلب ہے صرف کائنات کی وہ ترتیب جو علم باری تعالیٰ میں ثابت ہے۔ مگر یہ فلسفی واجب تعالیٰ کو صرف عقل اول کا خالق مانتے ہیں، لہٰذا ان کو قضا و قدر کا اعتراف فائدہ نہ دے گا اور یوں بھی کہ اقسامِ قضا کے قائل نہیں ہیں۔

جدید سائنس میں تقدیر کا مطلب ہے ہر ذرے میں ایک خاص فاصلہ اور ہر ذرے میں انرجی کی ایک معین مقدار۔ اس نظریہ کو نظریۂ کوانٹم Quantum کہتے ہیں۔

اس کے برعکس ایک نظریہ یہ ہے کہ ذروں کی ساخت اور انرجی کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا ہے، اس کو نیوٹن کی جبریت کا نظریہ کہا تا ہے۔ اسی طرح کچھ سائنس داں اس بات کے قائل ہیں کہ کائنات سے پہلے اس کا بلو پرنٹ تیار ہوا تھا۔

مگر یہ نظریہ اسلامی عقیدۂ قضا و قدر کا بیان نہیں ہیں جس پر ایمان کا دار و مدار ہے، کیوں کہ ان میں واجب تعالیٰ کی قدرت علم اور صفت تکوین کا اعتراف نہیں ہے۔ لہٰذا جو لوگ خواہ مخواہ سائنس کے نظریات پر اسلامی عقیدوں کا لیبل لگاتے پھرتے ہیں وہ سائنس کی تقدیر کائنات کو قضا و قدر کے اسلامی عقیدے کا اعتراف نہ سمجھیں۔

یورپ سے جو فکری یلغار مسلمانوں کے ذہنوں پر ہو رہی ہے اس میں عقیدۂ قضا و قدر بھی نشانے پر رہا ہے۔ بیش تر مستشرقین اور ان کی تقلید کرنے والے نام نہاد مسلم مفکرین کو یہ شبہہ ہو گیا ہے کہ تقدیر پر ٹیک لگانا مسلمانوں کی پستی کا خاص سبب ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ جہاں تقدیر پر ایمان لانا لازم ہے وہیں اسباب کو اختیار کرنا فرض ہے۔ دین اسلام میں تقدیر پر ایمان لانا تعطل نہیں سکھاتا بلکہ وہ فطرت سے دوچار ہونے کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ مسلمانوں کی پستی کے اور اسباب بھی ہیں جن کو یہ اسلام دشمن ذکر نہیں کرتے۔ وہ ہیں مسلمانوں کی قدرتی دولت کی لوٹ کھسوٹ، مسلم ممالک میں غیر اسلامی اعمال و نظریات کی ترویج پر اصرار۔ اس حکمراں طبقہ کی حمایت جو مسلمانوں کی دولت کو اہل یورپ کے قدموں میں ڈال دے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دشمنوں کی چال کو سمجھیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے فرمایا اس کی قدر کریں۔

(جاری)..............................